© rasailojaraid.com

رپورٹ: شیرل بنارڈ

"CIVIL DEMOCRATIC ISLAM" (دوسری قسط)

ترجمہ: سید خورشید عالم

''اچھے مسلمانوں کی تلاش!''

اصلاح پسند روایت پسند بھی بنیاد پرستوں کی طرح یہ دلیل دیتے ہیں کہ کثیر الازدواجیت کو خود عورتوں کے لیے ایک آسانی کے تناظر میں دیکھا جائے۔ اس طرح بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال میں آسانی ہوتی ہے اور اس طرح عورت اپنے لیے ملازمت یا اپنی دلچسپی کے لیے وقت کا استعمال کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں ایک سے زائد شادیوں کا رواج مغرب میں ہونے والے تجربے سے مختلف ہے۔ مغربی صنعتی دنیا میں طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کی ایک وجہ وہاں کی معاشرت کا کثیر الازدواج نہ ہونا ہے۔ مغرب میں عورت اور بچوں کو طلاق کے بعد سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ اسلام میں اس حوالے سے بچوں کے حقوق کا تحفظ رکھا گیا ہے۔ روایت پسند اس بات کا حوالہ دیتے ہیں کہ ایک سے زائد شادی کی صورت میں بیویوں سے یکساں سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک مسلمان مصنفہ نے بیان کیا ہے:

''نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد ۲۴ برس تک دوسری شادی نہ کی۔ تاہم ان کے انتقال کے بعد انہوں نے ایک بیوہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے دوست (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منگنی کر لی۔ اس کے بعد جنگوں میں مردوں کے مارے جانے کی وجہ سے مسلمانوں کو چار شادیوں کی اجازت دی گئی۔ تاہم نبی اکرم ﷺ نے ۱۳ شادیاں کیں۔ ان میں سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سب کی سب بیوائیں یا مطلقہ تھیں۔ جنہیں سہارے کی ضرورت تھی۔ ایک سے زائد شادیوں کی اجازت اس صورت میں بھی ہے کہ کسی شخص کی اہلیہ جسمانی طور اتنی بیمار ہو جائے کہ وہ اپنے شوہر اور گھر والوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کے لائق نہ رہے۔ یا وہ دماغی طور پر بیمار (پاگل) ہو جائے۔ کیا ایسی صورت میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی سے جسمانی لطف کے بغیر ساری زندگی گزار دے یا وہ بے چاری کو طلاق دے دے تو اسے شادی کر لینی چاہیے۔ (رقیہ مقصود ۱۹۹۴ء)

اس مصنفہ نے یہ نہیں بتایا کہ آخر ایک عورت ایک وقت میں خود ایک سے زائد شادیاں کیوں نہیں کر سکتی؟ ایک اور مسلمان مصنف اکبر احمد نے جو ایک اصلاح پسند روایت پسند ہیں اور جن کی کتاب ''اسلام ٹوڈے'' کو لاس اینجلس ٹائمز ایوارڈ بھی مل چکا ہے مذکورہ کتاب میں لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

’’خاندانی زندگی کا یہ رخ مغرب کو سمجھانا خاصا دشوار ہے۔ مغرب میں سمجھا جاتا ہے کہ اسلام مردوں کی ایسی جنت ہے جہاں ہر مرد نے چار چار بیویاں کر رکھی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ قرآن نے مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دے رکھی ہے۔ بعض حالات میں یہ ایک سماجی ضرورت بھی ہے۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ تمہیں اگر کوئی عورت پسند آئے تو تم دو تین یا چار شادیاں کر سکتے ہو تاہم یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم ان بیویوں سے عدل نہ کر سکو تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو۔ عدل کی یہ شرط ایسی ہے کہ مرد اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس طرح ایک سے زائد شادیاں ممکن نہیں رہتیں۔ قرآن میں مذکور ہے کہ: بیویوں کے درمیان پورا پورا عدل کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ تم چاہو بھی تو اس پر قادر نہیں ہو سکتے (سورۃ النساء، آیت ۱۲۹)۔ اس طرح قرآن کا اصل منشا یہ ہے کہ ایک ہی شادی کی جائے۔ مسلمانوں کو اس حوالے سے دفاعی یا معذرت خواہانہ رویہ ترک کر دینا چاہیے۔

جدت پسند مسلمان ان مباحث میں نہیں پڑتے۔ ان کا استدلال یہ ہوتا ہے کہ ’’بدلتے ہوئے وقت‘‘ کے مطابق رسوم و رواج اور اخلاقی قوانین میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہنی چاہئیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جو چیز کئی صدیوں قبل قابل قبول تھی، وہ آج کے حالات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اس لیے قرآن اس دور کے تقاضوں کے مطابق تھا۔ اس لیے اب اس جدید دنیا میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی تعلیمات کی روح کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ مساوات، عدل اور ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ ایک سماجی مصلح (سوشل ریفارمر) تھے۔ اس لیے معاشرے میں اسلامی روح کے مطابق اصلاحات کو متعارف کیا جائے۔

سزائیں اور اسلامی عدل:

بنیاد پرست اور قدامت پرست روایت پسند حضرات سخت اسلامی سزاؤں اور جرمانوں کو خرابیوں کے سدباب کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ اصلاح پسند روایت پسند اس سے قدرے اختلاف کرتے ہیں۔ روایت پسند ہونے کے ناطے وہ ان قواعد پر تنقید تو نہیں کرتے، تاہم وہ اس سے ہٹ کر ادھر اُدھر دیکھتے ہیں۔

مثال کے طور پر چوری کے معاملے ہی کو لیجئے۔ اس کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اگر غربت، مادی ضرورت، بھوک یا کسی ضرورت مند خاندان کی مدد کے لیے چوری کی جائے تو پھر چور بری الذمہ سمجھا جائے گا۔ اور معاشرے کو اس سزا کا مجرم تصور کیا جائے گا۔ تاہم اگر چوری کی صورت یہ نہ ہو اور چور عادی چور نہ ہو تب اس کی ذہنی کیفیت کا معائنہ کیا جائے گا۔ اور اس کی دماغی حالت کا بہتر نہ ہونے کی صورت میں بھی اسے سخت سزا نہ دی جائے گی۔ مسلم ممالک ان معاملات پر کیا رویہ اختیار کرتے ہیں اور ان میں اس حوالے سے کیا عوامل کارفرما ہوتے ہیں، ہم پہلے ان کا جائزہ لیں گے ہم پاکستان کی مثال کو پیش نظر رکھیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان سیاسی طور پر انتہائی مضبوط بنیاد پرستوں کا وطن ہے۔ یہاں کی آبادی بڑی روایت پسند ہے۔ یہاں کی آبادی سیاسی طور پر جدید بین الاقوامی برادری سے اپنا تعلق برقرار رکھنے کی خواہاں ہے۔ اسلامی عدالت نظام اور شرعی قوانین کو ترک کرنے کی صورت میں یہاں بنیاد پرست روایت پسند علیحدہ ہو جائیں گے۔ دوسری جانب لوگوں کے ہاتھ کاٹنے اور زانیوں کو سنگسار کرنے کی صورت میں بین الاقوامی طور پر مذمت کا سامنا کرنا پڑے گا اور جدت پسند اور کچھ روایت پسند بھی ایک طرف ہو جائیں گے۔ آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے۔ آپ شرعی قوانین ضرور نافذ کریں مگر سزاؤں کو سرِ عام نہ دیں۔

اگر یہ ملک شرعی قوانین کے حوالے سے زبانی جمع خرچ کے بجائے انہیں عملی طور پر نافذ کر دے تو یہ محض بنیاد پرستوں اور قدامت پرست روایت پسندوں کے مفاد میں ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ ملک جدید دنیا سے خود کو الگ رکھنا چاہتا ہے۔ چوروں کے ہاتھ کاٹنا، شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کرنا یا انہیں کوڑے مارنے جیسی سزائیں بنیاد پرستوں میں قطعی متنازع نہیں ہیں۔ قرآن میں زنا کی جن سزاؤں کا ذکر ہے وہ کسی بھی مسلم ملک میں دینے کا رواج نہیں ہے۔

اسلامی سزاؤں کے حوالے سے شہادتوں کا معاملہ خاصا اہم ہے۔ زنا کے الزام کے ثبوت کے لیے چار مسلمان گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ان گواہوں کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انہوں نے کیا دیکھا ہے۔ فرسودہ تقلید علماء کی رائے ہے کہ انہوں نے زنا کا عمل اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھا ہو نہ کہ محض واقعاتی شہادتوں سے انہوں نے سمجھ لیا ہو کہ یہاں زنا کا فعل ہو رہا ہوگا۔ اس طرح ملزم کو شک فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

حال ہی میں نائجیریا کی جس خاتون کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا ہے اس میں گواہوں نے کوئی گواہی نہیں دی۔ اس عورت کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگئی' جب کہ اس کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم اس ثبوت کو کافی سمجھا گیا۔ جب کہ قرآن اور ہزاروں احادیث سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ تاہم بنیاد پرستوں کے لیے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ طالبان نے بھی اپنے دورِ حکومت میں یہ ہی کیا۔ طالبان نے بھی عورتوں کو گولیاں مار کر سزائے موت دی۔ اس سزا کا اسلامی قانون سے کوئی تعلق نہیں۔

طالبان نے ہم جنس پرستوں کو بھی گولیاں ماریں یا پھر ان کے دونوں ہاتھوں کو باندھ کر انہیں دیوار سے لگا کر کھڑا کر کے ان پر بلڈوزر چلا دیا جاتا تھا جس سے ان کی موت واقع ہو جاتی تھی۔

(بحوالہ احمد راشد۔ دی طالبان، نیو ہیون اور ایمنسٹی انٹرنیشنل ۱۹۹۹ء)

قرآن کہتا ہے کہ: ''اگر تم میں سے دو مرد بدکاری کے مرتکب ہوں تو دونوں کو سزا دو اور اگر وہ اپنے کئے پر پچھتائیں اور اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو'' (سورۃ النساء، آیت ۱۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(واضح رہے کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۳ میں یہ حکم مردوں کے لیے نہیں بلکہ خواتین سے متعلق ہے۔شیرل بنارڈ سے یہاں فہم قرآن کے حوالے سے سنگین غفلت کا ارتکاب ہوا ہے۔قارئین خود بھی مذکورہ آیت کا کوئی بھی ترجمہ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔مترجم)

سزا دینے کا مقصد یہ نہیں کہ ملزم پر بلڈوزر چلا دیا جائے۔اس طرح شرعی قوانین میں کوڑے مارنے کی سزا مختلف جرائم پر رکھی گئی ہے۔مثال کے طور پر شراب نوشی کی سزا کے طور پر بھی کوڑے مارے جاتے ہیں۔بین الاقوامی رائے عامہ اسے سزا کا مہذب طریقہ باور نہیں کرتی۔روایت پسند عناصر بھی اس بات کو رد نہیں کر سکتے کہ اسلامی قانون اس سزا کا مطالبہ کرتا ہے۔وہ صرف یہ دلیل دیتے ہیں کہ اسے خوشنما بنایا جائے۔

رقیہ مقصود اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ ''کوڑے مارنے کی سزا بہت سختی سے نہیں دی جائے گی۔بلکہ پورے عدل سے دی جائے گی ملزم کو بری طرح ضرب نہیں لگائی جائے گی۔بلکہ مکمل انصاف سے سزا کا عمل مکمل کیا جائے گا۔ملزم بیمار ہو تو اس کی سزا مؤخر کر دی جائے گی۔اس کے چہرے پر ضرب نہیں لگائی جائے گی۔اسی طرح اس کے سر یا نازک حصوں پر بھی ضرب نہیں لگائی جائے گی۔خواتین کو کوڑے لگاتے وقت پورا لباس پہنایا جائے گا۔انہیں کھڑا کر کے نہیں بلکہ بٹھا کر کوڑے مارے جائیں گے۔سزا سخت گرمی، سخت سردی کے موسم میں نہیں دی جائے گی''۔

بعض احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مومنوں کو ایک دوسرے کے معاملات کی ٹوہ میں نہیں لگے رہنا چاہیے۔اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں چھپ کر شراب پی رہا ہو تو اسے سزا نہیں دی جائے گی۔تاوقتیکہ وہ یہ کام علی الاعلان کرتا ہوا نہ پکڑا جائے۔

اقلیتیں:

قرآن میں یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں مخالفانہ اور اشتعال انگیز احکام موجود ہیں۔تاہم بعض مقامات پر ان کے لیے نرم احکامات بھی موجود ہیں۔تاریخ میں اسلامی برادری مذکورہ قوموں سے حالت جنگ میں مبتلا رہی ہے۔

عام طور پر مسلمانوں کے کسی ملک میں رہنے والے غیر مسلموں کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ کسی روک ٹوک کے بغیر اپنی عبادت کر سکتے ہیں۔مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی یہودی یا عیسائی بیویوں پر ان کے عقائد کے مطابق عبادت کرنے میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔اقلیتوں کی اپنی عدالت ہونی چاہیے اور ان پر ان کے اپنے قوانین کا اطلاق ہونا چاہیے۔تاریخی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اقلیتوں کو اسلامی سلطنتوں میں آزادی حاصل رہی ہے۔

بنیاد پرست عناصر اس روایت کو جاری رکھنا نہیں چاہتے۔وہ اپنے زیر اقتدار غیر مسلموں کو دبا کر رکھنے کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہش مند ہیں۔ بنیاد پرستوں کے دہشت گرد گروپ نے پاکستان میں گرجا گھروں میں عبادت میں مصروف عیسائیوں کا قتل عام بھی کیا ہے۔اس طرح سعودی عرب میں عیسائی اپنے گرجے یا یہودی اپنے معبد تعمیر نہیں کر سکتے۔اس طرح وہ اپنی مذہبی تعطیلات بھی وہاں نہیں منا سکتے۔

طالبان نے اپنا نظام ہر ایک پر لاگو کر رکھا تھا۔طالبان نے بھی وہابیوں کی طرح سے مذہبی تشریح اپنا لی، جس کے ذریعے خواتین کو گاڑی چلانے کی اجازت سے محروم کر دیا گیا۔اس حق سے ان غیر ملکی خواتین کو بھی محروم رکھا گیا جو وہاں غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) کے لیے کام کر رہی تھیں۔ ہندوؤں سے بھی کہا گیا کہ وہ اپنے مخصوص کپڑے پہنا کریں۔روایت پسند اگرچہ غیر مسلموں سے تعاون کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔تاہم وہ بھی ایک اسلامی معاشرے کے قیام کے مقاصد رکھتے ہیں۔تاہم وہ مکالمے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔نظریاتی طور پر یہ ایک اچھی روایت ہے کہ جبر کے بجائے ترغیب کا رویہ اختیار کیا جائے۔

خواتین کا لباس:

حجاب کا مسئلہ بھی حیرت انگیز طور پر اہمیت کا حامل بن چکا ہے۔قرآن ایک حیادار لباس کا تقاضا کرتا ہے اور مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے حیاداری پر زور دیتا ہے۔قرآن نے لباس کے ضمن میں دو گائیڈ لائن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ایک کسی جگہ کا مقامی رواج ہے تو دوسرا عورت کے لیے کام کی جگہ کے اعتبار سے لباس کا انتخاب ہے۔

انتہائی مخصوص خواتین بشمول نبی (حضرت محمد ﷺ) کی بیویوں کو حجاب اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ان سے کہا گیا ہے کہ وہ نبی (ﷺ) کی رحلت کے بعد دوسری شادی نہ کریں اور مکمل طور پر ڈھانک دینے والا لباس استعمال کریں۔اس کے عوض ان خواتین سے ''دہرے اجر'' کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جدت پسند اور روایت پرست اصلاح پسندوں میں جو افراد ترقی پسندی کی جانب مائل ہیں، وہ قرآن اور حدیث کے مطابق لباس کے بارے میں چند قواعد کی نشاندہی کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ حیادار افراد کو ایسا لباس پہننا چاہیے۔جو بہت بھڑکیلا نہ ہوتا کہ اس کی طرف توجہ بار بار ملتفت نہ ہو۔یہ لوگ قرآن کی اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ:

''دین میں کوئی جبر نہیں۔'' یا یہ آیت کہ ''خدا تمہارے لیے سختی نہیں بلکہ آسانی چاہتا ہے۔'' خواتین پر ایسا لباس پہننے کے لیے دباؤ ڈالنا جس سے وہ بے اطمینانی محسوس کریں یا انہیں اسے پہن کر کام میں دشواری ہو، یہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک ہے۔اس طرح ان کی صحت اور آرام پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

بنیاد پرست اور روایت پرست افراد نے خواتین کے لباس پر بڑی زوردار بحثیں کی ہیں۔ ویب سائٹس پر بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی چیزیں موجود ہیں۔ان میں ان لڑکیوں کے بیانات بھی شامل کئے گئے ہیں، جنہوں نے پردہ کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں بتایا ہے۔انتہا پسند بنیاد پرست عناصر اس پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ پردے کا معاملہ اختیاری ہے۔عموماً ان کی مطبوعات میں اس سورت کا حوالہ ملتا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ''ایمان والی خواتین اپنی نظریں نیچی رکھیں۔'' مگر وہ اگلے جملے کو نظر انداز کر دیتے ہیں جس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''ایمان والے مرد بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔'' تاہم تمام تر اخلاقیات کا بوجھ انہی خواتین کو ہی برداشت کرنا پڑا ہے۔

آسٹریلیا کی ایک بنیاد پرست ویب سائٹ ''نداءالاسلام'' میں بتایا گیا ہے کہ ''تمام بچوں کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ صنف مخالف کی موجودگی سے بے چینی ظاہر کریں اور ان کے جسموں سے خوف زدہ رہا کریں۔حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضرت نبی کریمﷺ کسی کمرے میں موجود لڑکی سے زیادہ شرم والے تھے (بخاری) اگر ہم یہی احساس ابتدا میں اپنے بچوں میں پیدا کر دیں تو بلوغت کے بعد وہ ان شاءاللہ کسی غیر مناسب اقدام کا ارتکاب نہیں کریں گے۔''

شوہر بیویوں کو پیٹ سکتے ہیں:

بنیاد پرست افراد کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ شوہروں کو اپنی بیویوں کے ساتھ مار پیٹ کرنے کی اجازت ہے۔ان کی نظر میں عورت محض ایک ماتحت ہے۔بنیاد پرستوں کی اپروچ کے مطابق ایسے ادارے ہوں جو مذہبی پولیس کے فرائض انجام دیں اور یہ دُروں اور ڈنڈوں سے مسلح ہوں۔یہ لوگ سڑکوں پر گشت کرتے رہیں اور مردوں کے بالوں کی لمبائی ناپتے پھریں۔وہ یہ دیکھتے رہیں کہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں یا نہیں۔خواتین کے ناخن پر پالش تو نہیں لگی ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

قدامت پرست روایت پسند بھی اسی طریقے کو اختیار کرتے ہیں۔اصلاح پسند روایت پسند حضرت البتہ اس طریقے کی حمایت نہیں کرتے۔تاہم وہ اس کی تاویل اور متبادل تشریحات پیش کرتے ہیں۔قرآن کی آیت یہ ہے:

''اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور مارو۔پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔'' (النساء۔آیت: ۳۴)

قرآن کی مذکورہ آیت میں دو مقامات پر ابہام پایا جاتا ہے کہ کن وجوہ کی بنا پر اس کام کا جواز ہو سکتا ہے اور خود اس کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔کچھ افراد کا موقف ہے کہ یہ کام کسی سنگین جرم ہونے کی بنا پر کیا جا سکتا ہے۔حضرت محمد (ﷺ) کے صحابہ کو یقینی طور پر اس بات کا علم تھا۔بعض لوگوں نے لفظ ''مارو'' پر بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔تاہم اس کا مطلب ''ہلکی ضرب'' سے زیادہ نہیں ہے۔

القرضاوی کا کہنا ہے کہ ''بیویوں کو مارا جا سکتا ہے مگر ان کے چہرے پر نہیں مارنا چاہیے۔'' امریکی مسلمانوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک جریدے نے جس کا نام ''اسلامک ہورائزنز'' ہے' اپنے ایک خصوصی شمارے میں گھریلو تشدد کو اپنا موضوع بنایا ہے ۔اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی اس آیت کا اطلاق صرف غلط کار بیوی پر ہوگا اور اس میں بھی شوہر اپنی بیوی کو کسی مسواک کے ذریعے ہلکی سی ضرب لگانے پر اکتفا کرے گا۔

جدت پسند طبقے کے لیے یہ ایشو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے ۔ان کے خیال میں توریت کی طرح قرآن میں شامل بعض احکام آج کے حالات سے مطابقت نہیں رکھتے ۔ یہ حلقہ اس سورت کے ثقہ ہونے پر بھی شک کا اظہار کرتا ہے ۔ان کا موقف ہے کہ ان کے رسول ﷺ کا طریقہ اس سورت کے حکم سے مطابقت نہیں رکھتا ۔ان کا کہنا ہے کہ احادیث کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے ۔اسی طرح حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو تشدد کو ناپسند فرمایا گیا ہے ۔تاہم ان احادیث کو بنیاد پرستوں یا قدامت پسند روایت پسندوں کی ویب سائٹ میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

حضور اکرم (ﷺ) نے اپنے آخری ایام میں مردوں کو خبردار کیا تھا کہ ''عورتوں سے سلوک کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔'' بعض مصدقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور (ﷺ) کی خانگی زندگی میں ان کے اپنی ازواج سے اختلاف ہوجایا کرتے تھے۔ایک موقع پر آپ (ﷺ) سخت ناراض بھی ہوئے تھے ۔انہوں نے چند طنزیہ کلمات بھی ادا کئے ۔آپ نے اپنے سسر سے شکایت کی اور پھر آپ ایک مہینے تک اپنی ازواج سے الگ رہے۔

قرآن کو حضرت محمد (ﷺ) کی رحلت تک تحریر نہیں کیا گیا تھا۔بعد میں مختلف ہڈیوں اور درختوں کی چھال پر لکھے ہوئے اجزا کو جمع کیا گیا۔اس طرح قرآن کے مختلف نسخے سامنے آگئے ۔جو ایک دوسرے سے متضاد تھے۔اسی لیے سوائے ایک کے باقی تمام نسخوں کو ضائع کردیا گیا ۔اسی وجہ سے عام طور پر یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اس عمل میں کم از کم دو قرآنی سورتیں بھی ضائع ہوگئیں ۔جدت پسندوں کا موقف ہے کہ بعض سورتوں کو غیر موزوں انداز میں شامل کردیا گیا ہے ۔جبکہ دوسری جانب روایت پسندوں کا کہنا ہے کہ ایسا سوچنا بھی انتہائی قابل مذمت ہے ۔ یہ حلقہ قرآن کو الہامی تصور کرتا ہے اور اس کاغذ کا بھی بے حد احترام کرتا ہے' جس پر اسے شائع کیا جاتا ہے۔

جمہوری اسلام کے فروغ کے لیے رفقاء کی تلاش

چند اختیارات:

اسلامی دنیا میں جمہوریت کے فروغ اور اس ضمن میں تعمیری انداز میں معاونت کا ارتقائی عمل طویل عرصے سے جاری ہے ۔ہم اس ضمن میں اپنے لیے موزوں رفقاء (Partners) کا تجزیہ پیش کریں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیکولر طبقہ (SECULARISTS):

گو کہ اس اصطلاح میں کسی حد تک ابہام ہے۔ تاہم مغربی جمہوریتوں میں کلیسا اور ریاست دو علیحدہ وجود رکھتے ہیں ۔اس اعتبار سے مسلم دنیا میں سیکولر طبقہ ہمارے لیے فطری اتحادی ہو سکتا ہے۔ بر سبیل تذکرہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اس اصطلاح سے مراد بدھ دنیا یا عیسائی دنیا نہیں بلکہ صرف بین الاقوامی اصطلاح کے مطابق اسلامی دنیا یا مسلم ریاستیں ہی ہمارا موضوع ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا میں بعض انتہائی اہم سیکولر عناصر پوری طرح ہمارے دوست نہیں یا وہ ہم سے مخالفت رکھتے ہیں۔ بائیں بازو کے نظریات، امریکہ مخالف ہونا، جارح قوم پرستی اور کلیت پسند ڈھانچے ہمیں اسلامی دنیا میں نظر آتے ہیں۔

ایک رکاوٹ یہ بھی رہی ہے کہ مغربی نظریات اور پالیسی سازوں کے مطابق اسلامی دنیا دیگر ثقافتوں کے برعکس سیکولرازم کو قبول نہیں کر سکتی۔ ان کا خیال ہے کہ مذہب بنیادی طور پر اہم سیاسی قوت ہے اور اسلامی دنیا اس سے میل نہیں کھا سکتی۔ عملی طور پر یہ بات ہی غلط ہے۔ اسلامی دنیا کے متعدد ممالک میں سیکولر حکمران طبقہ اپنا مقام بنا چکا ہے اور اپنے لیے جواز بھی حاصل کر چکا ہے۔ بلکہ اسے مقبولیت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح اسلامی ملکوں میں سیکولر تحریکوں کو عوامی پذیرائی بھی حاصل ہوئی ہے۔

اس اعتبار سے اسلامی دنیا کی سب سے کامیاب ریاست ترکی ہے۔ ترکی نے اپنا موجودہ سٹیٹس جارحیت پر مبنی سیکولرازم کے ذریعے حاصل کیا ہے۔ یہ سلطنت عثمانیہ کا ایک ایسا ملک تھا جہاں الہامی نظریات کی حکمرانی تھی۔ اس اعتبار سے ترکی کا معاملہ نہایت اہم ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعات کے بعد ہماری مخالفت میں اضافہ سامنے آیا ہے۔ یہ مخالفت مغرب اور امریکہ کے خلاف اور مغربی اقدار کے خلاف ہے۔ اس بات کے شواہد بھی ہیں کہ انتہا پسند بنیاد پرست عناصر جو بہت زیادہ مخالفانہ کردار ادا کرنے کے قابل نہیں تاہم ان کا بڑی حد تک کنٹرول برقرار ہے اور یہ اپنے سخت گیر رویے کی بدولت آبادی کے ایک بڑے طبقے کو ہمنوا بنانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔ ہمیں مذکورہ صورت حال کی روک تھام کرنی چاہیے تاکہ کوئی مزید ٹکراؤ والی صورت حال جنم نہ لینے پائے۔ جو آبادی بنیاد پرستی کا شکار ہو چکی ہے۔ وہ جدیدیت اور سیکولرازم کی طرف اسی وقت آئے گی جب اسے اس میں کشش محسوس ہو گی۔ ایران میں بالکل یہی صورت حال جنم لے رہی ہے۔ خاص طور پر طالب علم اور نوجوان نسل بنیاد پرستی سے دور ہو رہی ہے۔ افغانستان میں روایت پسند شرفاء کا طبقہ جو ''غیر ملکی'' بنیاد پرستوں کے احکامات اور نگرانیوں سے اپنی ہتک محسوس کرتا تھا اور شہری علاقوں کا متوسط طبقہ اور آبادی کا نوجوانوں پر مشتمل حصہ اسی وجہ سے طالبان کے اسلام کی مخالفت میں متحد ہو گیا تھا۔

〈جاری ہے〉

© rasailojaraid.com